۱۳

قادیان میں کسی احمدی کو اَن پڑھ نہ رہنے دیا جائے

(فرمودہ ۲۸ ؍اپریل ۱۹۳۹ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

''مَیں نے گزشتہ ہفتہ میں قادیان کی تعلیم کا کام خدّام الاحمدیہ کے سُپرد کیا تھا اور مَیں نے انہیں نصیحت کی تھی کہ وہ اِس کام کو اپنے سے باہر جو تجربہ کار لوگ ہیں اُن کی مدد سے شروع کریں اور تین دن کے اندر اندر لسٹ بنا کر میرے سامنے پیش کر دیں۔ چنانچہ اِس کے مطابق خدّام الاحمدیہ نے تین دن کے اندر اندر لسٹ بنا کر میرے سامنے پیش کر دی جس کے دوسرے دن بُلا کر مَیں نے اُن سے بھی اور میر محمد اسحاق صاحب اور مولوی ابوالعطاء صاحب سے بھی مشورہ کر کے ایک سکیم تجویز کر دی۔ وہ سکیم یہ تجویز ہوئی ہے کہ ہر احمدی مرد جو دس سال سے اوپر ہے اُسے ایک تو قرآن پڑھنا آتا ہو، دوسرے نماز باترجمہ آتی ہو، تیسرے وہ اُردو پڑھ اور لکھ سکتا ہو اور چوتھے سَو تک کے ہندسے اُسے آتے ہوں۔ غور کرنے کے بعد یہ بھی فیصلہ ہؤا کہ تین مہینہ میں یہ کورس ختم نہیں ہو گا اِس لئے تین ماہ کی بجائے چھ مہینے تجویز کئے گئے اور ساتھ ہی چار امتحان بھی تجویز کئے گئے ہیں۔ چنانچہ پہلا امتحان یکم جون کو، دوسرا یکم جولائی کو، تیسرا یکم ستمبر کو اور چوتھا یکم نومبر کو ہو گا۔ پڑھانے والوں کی تعداد خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر محلّہ میں کافی ہے سوائے دارُالصحت کے۔ اور دارُالصحت ہی ایک ایسا محلّہ ہے جو اپنے اندر ایک خصوصیت رکھتا اور ہماری بہت زیادہ توجہ چاہتا ہے۔ یہ قومیں جو ہندو تہذیب و تمدن کے ماتحت کسی وقت

سیاسی ضرورتوں کی وجہ سے اچھوت قرار دی گئی تھیں درحقیقت مُلک کی قدیم باشندہ ہیں اور آرین نسلوں کے آنے سے پہلے ہندوستان میں حکومت کرتی رہی ہیں۔

چنانچہ جغرافیہ والے ان کو ڈریویڈینز (DRAVADIANS) کہتے ہیں۔ یہ لوگ سیاسی طور پر کسی زمانہ میں مغلوب ہوئے پھر ذلیل سے ذلیل تر ہوتے چلے گئے۔ پہلے حکومت گئی، پھر تجارت گئی، پھر صنعت وحرفت گئی، پھر علم گیا، پھر عزت گئی گویا وہ ساری چیزیں جو دنیا میں انسان کی عزت اور ترقی کے لئے اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہیں ان سے یہ محروم ہوگئیں اور سینکڑوں نہیں ہزاروں سالوں سے محروم چلی آتی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا الہام ہے کہ ''کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے اور کئی بڑے ہیں جو چھوٹے کئے جائیں گے'' [1] اور مَیں سمجھتا ہوں اِس الہام میں اِس طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ وہ قومیں جو ادنیٰ کہلاتی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ان کو ادنیٰ حالت سے نکال کر ترقی کی طرف لے جایا جائے گا۔ آج سیاسی طور پر دُنیا میں ایسے حالات پیدا ہیں کہ ہندو اور مسلمان دونوں یہ چاہتے ہیں کہ ان قوموں کو وہ اپنے اندر شامل کریں مگر ان کو شامل کرنا محض سیاسی ہے اور اِن کی غرض صرف اتنی ہی ہے کہ یہ لوگ آئندہ ہندو یا مسلمان کہلائیں اور اپنے ووٹ ان کو دے دیں اور اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ جو قوم جس کے ساتھ شامل ہوگئی اپنے ووٹ بھی اسی کو دے گی مگر میرے نزدیک اِن سے صرف اتنی ہی ہمدردی کرنا کہ ان کا نیا نام رکھ دیا جائے اور ان کے ووٹوں سے خود فائدہ اُٹھا لیا جائے نہایت کمینہ اور اخلاق سے گری ہوئی بات ہے۔ اگر ہم اِن قوموں کو حقیقی فائدہ پہنچانا چاہتے ہیں تو ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم اِن میں تعلیم پھیلائیں، اِن میں پیشوں کی ترویج کریں، انہیں صنعت وحِرفت کے کام سکھائیں۔ یہاں تک کہ ان کا معیارِ زندگی بلند ہو جائے، ان کا معیارِ عقل بلند ہو جائے، اِن کا معیارِ علم بلند ہو جائے۔ مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ سانسی، چوڑھے اور بھیل قوم کے افراد جو ذلیل سمجھے جاتے ہیں یا بعض اَور قومیں جو اِس ملک میں ادنیٰ اور حقیر سمجھی جاتی ہیں اگر اُن میں تعلیم آ جائے، اگر اُن میں سے بھی بی۔اے اور ایم۔اے بننا شروع ہو جائیں، اگر وہ بھی مولوی فاضل کی ڈگریاں حاصل کرلیں، اگر وہ بھی مساجد کے منبر پر کھڑے ہو کر وعظ کریں، اگر اُن کی زبان سے بھی ایسی باتیں نکلیں

جنہیں سُن کر پُرانی نسلوں کے مسلمان واہ واہ اور سبحان اللہ کہیں اگر وہ بھی مدرسوں کی کرسیوں پر بیٹھیں، اگر وہ بھی کالج کے پروفیسر بنیں، اگر وہ بھی اپنی قوم کے لڑکوں کو اعلیٰ تعلیم دلائیں تو وہ اِس ذلت کے نام کو اپنے ساتھ رہنے دیں گے یقیناً یہ نام پیچھے رہ جائے گا اور وہ قوم ترقی کی منزلوں کی طرف بڑی سُرعت سے قدم بڑھاتی ہوئی چلی جائے گی۔

پس ہماری جماعت کا فرض ہونا چاہئے کہ وہ اپنے لوگوں کو صرف نام کا مسلمان نہ بنائے بلکہ ان کے لئے علمی، اخلاقی، تمدنی اور اقتصادی ترقی کے سامان مہیا کرے کیونکہ سب سے زیادہ تعلیم کے یہی لوگ مستحق ہیں اور سب سے زیادہ مجبور بھی یہی ہیں۔ اِن میں اتنے لکھے پڑھے لوگ نہیں کہ یہ دوسروں کی مدد کے بغیر اپنی قوم کے افراد کو پڑھا سکیں۔ پس ہمیں سب سے پہلے ان کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ خدّام الاحمدیہ کی طرف سے مجھے بتایا گیا ہے کہ ان کے زیادہ قریب دارالرحمت والے ہیں اور وہ محلّہ دارالرحمت کے رہنے والوں سے خواہش کر رہے ہیں کہ وہ اِس معاملہ میں اِن کی مدد کریں اور دارالصحت والوں کو پڑھائیں۔ مَیں بھی اِس موقع پر دارالرحمت کے لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں بلکہ مَیں سمجھتا ہوں دارالرحمت کے لوگوں کی تخصیص کی اِس میں ضرورت نہیں۔ یہ ایک ثواب کا کام ہے اور ثواب کے کام کے لئے دور سے بھی لوگ آ سکتے ہیں۔ پس دوسرے محلوں سے بھی جو دوست یہ ثواب حاصل کرنا چاہتے ہوں اُنہیں چاہئے کہ وہ اپنی خدمات پیش کر کے یہ عظیم الشان ثواب حاصل کریں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اِس پیشگوئی کو پورا کرنے والے بن جائیں کہ ''کئی چھوٹے ہیں جو بڑے کئے جائیں گے'' یہ قومیں نام کے لحاظ سے بیشک آزاد ہیں مگر حقیقتاً غلام ہیں اور غلاموں کو آزاد کرانا مومنوں کے عظیم الشان فرائض میں سے ایک فرض ہے۔

پس مَیں خدّام الاحمدیہ کو بھی توجہ دلاتا ہوں اور جماعت کے دوسرے دوستوں کو بھی کہ وہ اِس محلّہ کی تعلیم کی طرف زیادہ توجہ کریں مگر اس تعلیم کے علاوہ جو دوسری تعلیم ہے یعنی اعلیٰ مذہبی اور دُنیوی تعلیم اِس کی طرف بھی ہمیں توجہ کرنی چاہئے اور مَیں اِس کے لئے صدر انجمن احمدیہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ بعض خاص وظیفے ایسے مقرر کرے جن سے اِس قوم کے لڑکوں کو زیادہ اعلیٰ تعلیم دلائی جا سکے۔ خالی پڑھنا لکھنا سکھا دینا کافی نہیں بلکہ اِس قوم کی مجموعی حالت کو درست

کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ان میں اعلیٰ تعلیم رائج کی جائے۔ جب ان لوگوں میں سے بعض نوجوان ایف اے اور بی اے ہو جائیں گے، بعض مذہبی لحاظ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر لیں گے اور وہ اپنے گھر کے افراد اور اپنی قوم کے افراد پر اثر ڈالیں گے تو لازماً ان کی حالت پہلے سے بہت سُدھر جائے گی، وہ اپنے گھروں کو اچھا بنائیں گے، وہ ان میں صفائی کا زیادہ خیال رکھیں گے، وہ اپنے بچوں کو تعلیم دلائیں گے اور اس طرح قوم کا علمی، عقلی اور تمدنی معیار بہت بُلند ہو جائے گا مگر یہ کام خدّام الاحمدیہ کا نہیں۔ مَیں اِس کے متعلق صدر انجمن احمدیہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اِن کے لئے بعض وظائف مقرر کرے اور اگر اِس سال زیادہ وظائف مقرر نہ کئے جاسکیں تو کم از کم ایک وظیفہ اِس سال دارالصحت کے کسی بچے کو تعلیم دلانے کے لئے ضرور جاری کر دینا چاہیئے۔ چاہے اُس بچے کو بورڈنگ میں ہی رکھنا پڑے تا کہ اُس کا اخلاقی معیار بھی بُلند ہو اور اُس کی ذہنی ترقی بھی ہو۔

پس وہ ایک سے تجربہ شروع کریں اور جوں جوں اِس میں کامیابی ہوتی چلی جائے ان وظائف کو زیادہ کرتے چلے جائیں۔ اگر صدر انجمن احمدیہ یہ کام شروع کر دے تو تھوڑے عرصہ میں ہی عظیم الشان تغیّر پیدا ہوسکتا ہے اور اگر ہم ایسا نہ کریں تو مَیں سمجھتا ہوں یہ بہت بڑی کمینگی ہوگی کہ ہم نام میں تو ان لوگوں کو اپنے ساتھ شامل کر لیں مگر ان خوبیوں میں شامل نہ کریں جو قومی طور پر خدا تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی ہیں۔

پھر مَیں اُن تمام لوگوں سے خواہش کرتا ہوں جن کے متعلق ہمیں یہ معلوم ہوًا ہے کہ وہ پڑھے ہوئے نہیں کہ وہ اِس کام میں حصّہ لیں اور ہماری مدد کریں۔ یہ محض ان کے فائدہ کی سکیم ہے جو جاری کی گئی ہے۔ اگر اِن کے اوقات کا حرج بھی ہو تو وہ اِس حرج کو گوارا کر کے اپنی تعلیم مکمل کر لیں۔ چھ مہینے انسان کی زندگی میں سے کوئی بڑا عرصہ نہیں۔ لوگ ہر سال دو دو تین تین مہینوں کے لئے تبدیلئ آب و ہوا کے لئے باہر چلے جاتے ہیں اور اِس عرصہ میں لازماً اُن کے کاموں کو نقصان پہنچتا ہے مگر وہ کوئی پروا نہیں کرتے۔ قادیان سے ہی ہر سال پانچ سات آدمی گرمی کے ایاّم میں کشمیر یا پالم پور چلے جاتے ہیں اور وہ اِس عرصہ میں جب تک باہر رہتے ہیں کوئی خاص کام نہیں کرتے۔ اگر اُن کی یہاں تجارت ہوتی ہے تو تجارت چھوڑ جاتے ہیں،

ملازمت ہوتی ہے تو رخصت لے لیتے ہیں، بہرحال وہ تفریح طبع کے لئے اوقات نکال لیتے ہیں اور یہاں تو روزانہ صرف ایک یا دو گھنٹے وقت صَرف کرنا ہے جس میں کوئی مُشکل بات نہیں۔ ہاں ممکن ہے کہ بعض کا ذہن ایسا تیز نہ ہو اور انہیں پندرہ بیس دن اِس کام کے لئے کلیۃً اپنے آپ کو فارغ کرنا پڑے۔ اِس صورت میں انہیں پندرہ بیس دنوں کے لئے اپنے آپ کو فارغ بھی کرنا پڑے گا اور مَیں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی شخص ایسا ہو جو اپنی عمر میں سے پندرہ بیس دن اِس کام کے لئے فارغ نہ کر سکے جس میں نہ صرف اس کا اپنا فائدہ ہے بلکہ اسلام اور احمدیت کا بھی فائدہ ہے۔

پس سب کو چاہیئے کہ اِس کام کو اپنا کام سمجھ کر اور سلسلہ کا کام سمجھ کر کریں اور اگر اِس کام کے لئے انہیں اپنے وقت کی قربانی کرنی پڑے تو شوق اور خوشی کے ساتھ یہ قربانی کریں جب ان میں تعلیم آ جائے گی تو لازماً وہ اپنے بچوں کو زیادہ تعلیم دلائیں گے اور پھر تعلیم کی قدر بھی انہیں معلوم ہو جائے گی۔ مثلاً نماز باترجمہ ہے۔ یہ ایک ایسی چیز ہے کہ اِس کے بغیر عبادت میں کبھی لذّت نہیں آ سکتی۔ مَیں نے دیکھا ہے یورپ کے لوگ اکثر یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ اُس نماز کا فائدہ کیا جس میں محض الفاظ رٹے جاتے ہیں اور کہنے والے کو یہ پتہ تک نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے؟ یہ اعتراض ہے تو غلط مگر اِس میں کوئی شُبہ نہیں کہ نماز کا پورا فائدہ بغیر ترجمہ کے حاصل نہیں ہو سکتا اور اگر ہم اِس سوال کا جواب دیں تو صرف دو طرح ہی دے سکتے ہیں۔ یا تو ہم یہ کہیں کہ باوجود ترجمہ نہ جاننے کے نماز سے ہم پورا فائدہ اُٹھا سکتے ہیں اور یا یہ کہیں کہ یہ بالکل غلط بات ہے کہ مسلمان نماز کا ترجمہ نہیں جانتے۔ مسلمانوں میں سے ہر شخص نماز کا ترجمہ جانتا ہے اور اِس وجہ سے وہ نماز سے پورا فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ انہی دو جوابوں سے ہم دُشمن کو خاموش کرا سکتے ہیں مگر ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ دونوں جواب بالکل غلط ہیں۔ ہم ہرگز نہیں کہہ سکتے کہ ترجمہ کا کوئی فائدہ نہیں اور بغیر اِس کا علم رکھنے کے بھی نماز سے پورا فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے اور ہم یہ جواب بھی قطعاً نہیں دے سکتے کہ ہر مسلمان نماز کا ترجمہ جانتا ہے کیونکہ یہ بھی قطعی طور پر غلط ہے۔

پس دُشمن کے اعتراض سے بچنے کے لئے ہمارے لئے ایک ہی راستہ کھلا ہے اور وہ یہ کہ

سب مسلمانوں کو نماز کا ترجمہ سکھا دیں۔ پھر دُشمن کا اعتراض بھی باطل ہو جائے گا اور ہماری قوم کی مذہبی اور علمی حالت بھی ترقی کر جائے گی اور کوئی نہیں کہہ سکے گا کہ ہم ایک ایسا کام کرتے ہیں جس کا فائدہ ہمیں اتنا بھی نہیں پہنچتا جتنا فائدہ وہ قومیں اُٹھا رہی ہیں جو اصل زبان کی بجائے اِس کا ترجمہ نماز میں پڑھنے کی عادی ہیں۔ یورپین قوموں میں جس قدر دُعائیں اور عبادت کے کلمات رائج ہیں وہ اصل زبان میں نہیں بلکہ اُن کا ترجمہ ہے۔ اصل زبان عبرانی تھی مگر بعد میں اِس کا یونانی میں ترجمہ ہوا اور اس سے انگلستان والوں نے انگریزی میں ترجمہ کر لیا، جرمنی والوں نے جرمن میں ترجمہ کر لیا، فرانس والوں نے فرانسیسی زبان میں ترجمہ کر لیا اور روس والوں نے روسی زبان میں ترجمہ کر لیا۔ اِس طرح گو اصل زبان اُن کے سامنے نہیں آتی مگر وہ اِس کا مطلب اور مفہوم خوب سمجھتے ہیں مگر ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ عربی زبان میں ہی نماز ہونی چاہئے پنجابی یا اُردو یا کسی اَور زبان میں نماز جائز نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر ایک پنجابی آدمی جو عربی نہیں جانتا نماز میں کھڑے ہو کر یوں نماز دُہراتا ہے کہ ''مَیں اس اللہ کا ناں لیکے نماز شروع کر دا ہاں۔ جو بڑی مہربانیاں تے احسان کرن والا ہے۔ مَیں اس اللہ دی تعریف کر دا ہاں جیہڑا رب ہے سارے جہاناں دا، جیہڑا بڑا مہربان تے رحیم ہے۔'' تو فوراً اس کے دماغ میں ایک مضمون پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے دل میں جُوش مارنے لگ جاتی ہے لیکن اگر وہ کہتا ہے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝١ [2] اور وہ نہیں جانتا کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝١ کے کیا معنے ہیں تو اُس کا دماغ بالکل خالی رہتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ بِسْمِ اللّٰہِ نامعلوم کیا چیز ہے؟ رَحْمٰن اور رَحِیْم نامعلوم کسے کہتے ہیں؟ پھر جب وہ کہتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝٢ [3] تو پھر حیران ہوتا ہے کہ حمد کیا ہوئی؟ اور رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے کیا معنے ہوئے؟ اِسی طرح جب وہ کہتا ہے اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝٥ [4] تو وہ یہ نہیں جانتا کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝٥ کے کیا معنے ہیں؟ بے شک اُسے یہ تو خیال آئے گا کہ یہ جو کچھ مَیں کہہ رہا ہوں میرے مذہب کی تعلیم ہے اور مَیں ان الفاظ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہا ہوں مگر اِس نماز کا جو علمی فائدہ ہے وہ اُسے حاصل نہیں ہوگا لیکن اگر جیسا کہ بائیبل کی دُعاؤں کا ترجمہ عیسائی کر لیتے ہیں وہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ۝٥

کہنے کی بجائے یہ کہے کہ اے میرے رب مَیں تیری ہی عبادت کرداں ہاں اور تیرے کولوں ہی مدد منگد اہاں ،تو اِس وقت وہ ایک ربودگی کی حالت میں ہوگا اور جب وہ یہ کہہ رہا ہوگا کہ خدایا مَیں تیرے کولوں ہی مدد منگد اہاں تیرے سوامینوں مدد دینے والا ہور کوئی نہیں ،تو خود ہی سوچ لو اِس پر کتنی رقت طاری ہوگی ؟ اور کس قدر اللہ تعالیٰ کی خشیت اِس کے دل میں موجزن ہوگی لیکن اگر وہ عربی الفاظ کا مفہوم نہیں جانتا تو اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ اِس کے لئے ایسا ہی ہوگا جیسے پتھر اُٹھا کر کسی کو مار دیا۔ پس ہر مسلمان کے لئے یہ ضروری ہے کہ اسے نماز کا ترجمہ آتا ہو ورنہ ہم نماز سے وہ فائدہ ہرگز نہیں اُٹھا سکتے جو عیسائی وغیرہ اُٹھا رہے ہیں کیونکہ وہ ترجمہ کی وجہ سے اپنی زبان میں اپنی دعاؤں کا مطلب خوب سمجھتے ہیں مگر مسلمان عربی زبان سے ناواقف ہونے کی وجہ سے نماز کے مفہوم کو نہیں سمجھ سکتے ۔یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں میں نماز پڑھنے کے باوجود اتنی روحانیت نہیں ہوتی جتنی روحانیت بعض جھوٹے مذاہب کے پیروؤں میں دکھائی دیتی ہے اِس لئے کہ وہ اپنی روزانہ عبادت کے کلمات ان زبانوں میں ادا کرتے ہیں جن کو وہ سمجھتے ہیں مثلاً سِکھ ہیں ان کا گرنتھ ایسی زبان میں ہے جس کو وہ سمجھتے ہیں ۔اب ایک سِکھ جب گرنتھ کا کوئی شعر پڑھ رہا ہوتا ہے تو اس کا دل جوش اور محبت سے بھرا ہوا ہوتا ہے لیکن ایک مسلمان جو قرآن کا ترجمہ نہیں جانتا وہ بعض دفعہ عبارتوں کی عبارتیں پڑھ جاتا ہے اور اس کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ کوئی منتر کر رہا ہے لیکن اگر وہ قرآن کے معنی سمجھنے لگ جائے تو اس کے اندر بھی ویسا ہی جوش پیدا ہو جائے جیسے سکھوں اور عیسائیوں میں پایا جاتا ہے بلکہ چونکہ اس کی تعلیم زیادہ اعلیٰ ہے اس لئے اِس کے اندر ان سے زیادہ جوش پیدا ہوگا ،اس کا علم ان سے زیادہ بڑھے گا اور اس کا عرفان ان کے عرفان سے بہت اعلیٰ ہوگا لیکن جب یہ معنی نہیں جانتا تو دوسرے سے اس کا علم اور عرفان کم نہیں ہوتا بلکہ ہوتا ہی نہیں ۔ پس دو باتوں میں سے ایک بات ہمیں ضرور کرنی پڑے گی یا تو ہمارے لئے ضروری ہوگا کہ ہم اپنے میں سے ہر شخص کو نماز کا ترجمہ سکھا دیں تا کہ وہ نماز کی برکات سے مستفیض ہو یا ہمیں اسلام کی بتائی ہوئی عربی دُعائیں اور قرآن کریم کی عبارتیں چھوڑنی پڑیں گی اور ان کی بجائے اُردو یا پنجابی میں نمازیں ڈھالنی پڑیں گی اور ہمیں کہنا پڑے گا کہ بجائے عربی کے

پنجابی اور اُردو کے کلمات پڑھ لئے جائیں مگر یہ دوسری چیز بڑی خرابیاں پیدا کرنے والی ہے۔اس میں کوئی شُبہ نہیں کہ اِس طریق سے افراد کو فائدہ ہوتا ہے مگر قومیں اس سے بالکل تباہ ہو جاتی ہیں اور ترجمے بدلتے بدلتے کہیں کے کہیں پہنچ جاتے ہیں۔آخر وہ ترجمے ہی تھے جن کی وجہ سے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بجائے خدا تعالیٰ کا برگزیدہ رسول تسلیم کرنے کے خدا اور خدا کا بیٹا بنا دیا۔حقیقت یہ ہے کہ ہر زبان میں بعض ایسے محاورے ہوتے ہیں جن کا دوسری زبان میں اگر لفظی ترجمہ کیا جائے تو مفہوم بالکل بدل جاتا ہے۔اب یہ ایک عبرانی محاورہ ہے کہ جب کسی کو خدا تعالیٰ کا بیٹا کہا جائے تو اس کے معنی خدا تعالیٰ کے پیارے کے ہوتے ہیں۔ جب تک عیسائی عبرانی سے تعلق رکھتے رہے جہاں اس قسم کا کوئی فقرہ آتا وہ فوراً سمجھ جاتے کہ اس کے معنی خدا تعالیٰ کے پیارے کے ہیں مگر جب یونانی میں انجیل کا ترجمہ ہؤا تو ترجمہ کرنے والوں نے اس محاورہ کا ترجمہ بجائے خدا کے پیارے کے خدا کے بیٹے کر دیا اور نتیجہ یہ ہؤا کہ بعد میں آنے والے عیسائیوں نے یہ سمجھ لیا کہ حضرت مسیح سچ مُچ خدا تعالیٰ کے بیٹے تھے۔اس خرابی کو اِس امر سے اَور بھی مدد ملی کہ یونانی لوگوں نے بھی سمجھ لیا کہ حضرت مسیح (سچ مُچ اس کے بیٹے) کا سابق مذہب ایسا تھا کہ اس میں بعض لوگوں کو خدا تعالیٰ کا بیٹا قرار دیا جاتا تھا۔

پس اُنہوں نے حضرت مسیح کے متعلق جب یہ لکھا ہؤا دیکھا کہ وہ خدا کے بیٹے تھے تو اُنہوں نے کچھ اپنے پُرانے عقائد کی بناء پر اور کچھ لفظی غلطی میں مبتلا ہونے کی وجہ سے انہیں حقیقی معنوں میں خدا تعالیٰ کا بیٹا قرار دے دیا۔اب اگر اصل کتاب عبرانی میں ہی رہتی تو چونکہ عبرانی محاورہ میں اس کے معنی پیارے کے ہیں اس لئے ان الفاظ سے کسی کو دھوکا نہ لگتا اور نہ شرک کا عقیدہ پھیلتا۔اسی طرح ہندوؤں میں اوتار کا لفظ ہے یہ بھی ہندوؤں کا ایک محاورہ ہے لیکن اگر اس کا اُردو یا پنجابی میں ہم لفظی ترجمہ کریں تو اس کے معنی یقیناً نبی کے نہیں رہ سکتے بلکہ ایسے معنی بن جاتے ہیں جس میں خدا تعالیٰ کے نزول اور حلول کو بعض اجسام میں تسلیم کرنا پڑتا ہے۔تو تراجم کا ایک بہت بڑا نقص یہ ہے کہ زمانہ کے تغیرات کے ساتھ ساتھ مذاہب میں بھی تغیر آجاتا ہے اور عقائد تک بدل جاتے ہیں اور اس کی وجہ جیسا کہ مَیں بتا چکا ہوں یہ ہے کہ بعض محاورے

ایک مُلک میں ہوتے ہیں مگر دوسرے میں نہیں۔ اُردو میں ہی محاورہ ہے کہتے ہیں فلاں شخص کی آنکھ بیٹھ گئی۔ اب جب بھی کوئی شخص یہ محاورہ سُنتا ہے وہ ہرگز یہ خیال نہیں کرتا کہ کسی شخص کی آنکھ کے پیر اور گھٹنے تھے اور وہ ان گھٹنوں کو تہہ کر کے زمین پر بیٹھ گئی بلکہ آنکھ بیٹھنے کے معنی ہر اُردو دان یہی سمجھتا ہے کہ آنکھ ضائع ہوگئی لیکن اگر اِس محاورہ کا انگریزی میں ہم لفظی ترجمہ کریں تو یا تو لوگ یہ سمجھیں گے کہ ہم پاگل ہوگئے یا یہ کہیں گے کہ یہ ان کا کوئی خاص عقیدہ ہوگا مثلاً اگر ہم اس کی آنکھ بیٹھ گئی کا ترجمہ انگریزی میں یہ کریں کہ ہِز آئی (His eye sat) تو لوگ یا تو یہ سمجھیں گے کہ یہ ان کا عقیدہ معلوم ہوتا ہے کہ آنکھیں آدمی ہوتی ہیں اور وہ بیٹھ بھی جایا کرتی ہیں یا یہ کہیں گے کہ کہنے والے پاگل ہیں ان کے اندر اتنی بھی عقل نہیں کہ یہ سمجھ سکیں آنکھیں بیٹھا نہیں کرتیں مگر اُردو جاننے والا کوئی شخص اِس غلطی میں مُبتلا نہیں ہوگا وہ یہ فقرہ سُنتے ہی کہہ دے گا کہ اِس کے معنے یہ ہیں کہ آنکھ جاتی رہی۔ تو ترجمے میں مفہوم چونکہ کچھ کا کچھ بدل جاتا ہے اِس لئے اصل کو نظر انداز کر کے ترجمہ رائج کر دینا مذہب کو بگاڑ دینے کا موجب ہو جاتا ہے۔

پس خالی ترجمے پر ایسی صورت میں انحصار رکھنا جبکہ اصل الفاظ ساتھ نہ ہوں ایک نہایت خطرناک بات ہے اور خالی اصل الفاظ کو رٹنا جب کہ اِس کا ترجمہ انسان کو نہ آتا ہو یہ بھی کوئی مُفید بات نہیں۔ مکمل فائدہ انسان کو اِسی صورت میں حاصل ہوسکتا ہے جبکہ اُسے عربی بھی آتی ہو اور اِس عربی کا ترجمہ بھی آتا ہو۔ جب وہ قرآن کو عربی میں پڑھے اور اپنی زبان میں اِس کا مطلب سمجھے، نماز کو عربی میں ادا کرے اور ساتھ ہی نماز کا مفہوم بھی سمجھتا جائے اور ذکر الٰہی بھی عربی میں کرے مگر ذکرِ الٰہی کے ساتھ ساتھ اِس کے مطالب سے بھی آگاہ ہوتا چلا جائے۔ اگر ہم اپنی اِس کوشش میں کامیاب ہو جائیں تو دُشمن کا اعتراض بھی جاتا رہتا ہے اور قوم کو فائدہ بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ اِس صورت میں ہم دُشمن سے کہہ سکتے ہیں کہ تمہارا یہ اعتراض کہ مسلمان محض الفاظ کو رٹتے ہیں حقیقت سے آگاہ نہیں ہوتے درست نہیں۔ کیونکہ ہم میں سے ہر شخص نماز کا ترجمہ جانتا ہے اور جو کچھ وہ نماز میں کہہ رہا ہوتا ہے اُس کے مفہوم کو وہ خوب سمجھ رہا ہوتا ہے اِس کے مقابلہ میں صرف ترجمے سے تم کو دھوکا لگ سکتا ہے مگر ہمیں اِس قسم کا کوئی دھوکا نہیں لگ سکتا

کیونکہ اصل زبان بھی قائم رہتی ہے اور اگر ترجمہ میں کوئی غلطی ہو تو اصل زبان کو دیکھ کر اِس غلطی کو دُور کیا جا سکتا ہے۔

پس عربی زبان کا رواج خواہ نماز میں ہو، خواہ تلاوت قرآن میں مذہب کو اِس کی اصل صورت میں قائم رکھنے کے لئے ضروری ہے اور نماز اور قرآن کے ترجمے کا رواج روحانیت کے قیام کے لئے ضروری ہے۔ اگر ہم خالی ترجمہ لے لیں تو علم بے شک بڑھتا رہے گا لیکن مذہب گھٹ جائے گا اور اگر خالی لفظ لے لیں تو مذہب بے شک محفوظ رہے گا مگر علم گھٹ جائے گا۔ کامل فائدہ تبھی حاصل ہو سکتا ہے جب مذہب بھی محفوظ ہو اور علم بھی قائم ہو اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب لفظ بھی قائم رہیں اور ان کا ترجمہ بھی انسان کو آتا ہو۔ جب یہ دونوں چیزیں حاصل ہو جائیں تو مذہب اور اہل مذہب دونوں محفوظ ہو جاتے ہیں اور ان لوگوں کا نہ تو وہ قومیں مقابلہ کر سکتی ہیں جو ترجمہ ہی ترجمہ جانتی ہیں اصل الفاظ کو بھلا بیٹھی ہیں اور نہ وہ قومیں مقابلہ کر سکتی ہیں جو اصل الفاظ کو تو رٹتی رہتی ہیں مگر معانی اور مفہوم سے بے خبر ہوتی ہیں۔

غرض یہ ایک اہم سوال ہے جس کا خیال رکھنا ہمارے لئے ضروری ہے اور مَیں اُمید کرتا ہوں کہ ہمارے دوست اِس کی طرف خاص طور پر توجہ رکھیں گے۔ جب وہ یہ قدم اُٹھا لیں گے اور نماز با ترجمہ سیکھ جائیں گے تو بہت سے مخلصین کو اللہ تعالیٰ سارا قرآن با ترجمہ پڑھنے کی توفیق دے دے گا کیونکہ انسان جب نیکی کے راستہ میں ایک قدم اُٹھاتا ہے تو ہمیشہ اُسے دوسرا قدم اُٹھانے کی بھی توفیق دی جاتی ہے۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں ہم پڑھ ہی نہیں سکتے۔ مَیں ایسے دوستوں سے کہتا ہوں کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے جو اُن کے دل میں پیدا ہوا ہے بے شک اِس قسم کی بات کہنے والے پانچ دس سے زیادہ آدمی نہیں مگر مَیں کہتا ہوں زندہ قوموں میں ایک آدمی بھی ایسی غلطی میں مُبتلا نہیں ہونا چاہئے۔

یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ دوسرا تو اپنے کام کا حرج کر کے پڑھانے آتا ہے مگر پڑھنے والا کہتا ہے کہ مجھے اِس کی ضرورت نہیں یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے کہتے ہیں کہ کوئی سرد مُلک کا رہنے والا شخص جیٹھ ہاڑ کے دنوں میں سخت دھوپ میں بیٹھا ہوا تھا اور پاس ہی مکانات تھے

قریب سے کوئی شخص گزرا تو اُس نے کہا میاں تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ سایہ میں کیوں نہیں بیٹھ جاتے؟ یہ سُن کر اُس نے ہاتھ پھیلا دیئے اور کہا مَیں بیٹھ تو جاتا ہوں مگر تم مجھے دو گے کیا؟ یہ بھی ایسی ہی حماقت ہے۔ پڑھنے میں آخر تمہارا اور تمہاری نسلوں کا فائدہ ہے کسی اَور کا اِس میں کیا فائدہ ہے؟ جب تم پڑھ جاؤ گے تو تم اِس بات پر تیار ہو جاؤ گے کہ اپنی آئندہ نسلوں کو تعلیم دلاؤ اور اگر تم انہیں تعلیم نہ بھی دلاؤ گے تب بھی وہ کہیں گے کہ ہمارا باپ اتنا پڑھا ہؤا تھا ہمیں بھی اِس قدر ضرور تعلیم حاصل کرنی چاہئے اِس طرح علم کا تسلسل قائم رہے گا اور جن نقائص کی طرف لوگ انہیں توجہ دلائیں گے اُن کو دُور کرنے کے لئے وہ تیار رہیں گے۔

پس مَیں اُمید کرتا ہوں کہ ہم میں سے ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہوگا جو یہ کہے کہ مَیں پڑھنا نہیں چاہتا اور اگر کوئی شخص ایسا کہتا ہے تو اِس کے معنے یہ ہیں کہ اس کا ذہن بالکل مُردہ ہے اور یہ حالت ہمارے اندر نہیں ہونی چاہئے۔

مَیں چونکہ لاہور سے ابھی آ رہا ہوں اور مسجد میں پونے تین بجے کے قریب پہنچا ہوں اِس لئے مَیں اِس سے زیادہ خطبہ نہیں پڑھ سکتا مگر مَیں اُمید کرتا ہوں کہ دوست اِس قدر مضمون سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اِس پر جوش سے عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ مَیں نے ایک تو یہ کہا ہے کہ دارالصحت والوں کو پڑھانے کے لئے دوستوں کی خدمات کی ضرورت ہے۔ پس دوستوں کو چاہئے کہ اِس غرض کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں۔ دوسرے مَیں نے تعلیم و تربیت والوں کو اِس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ اِس سال کم سے کم ایک وظیفہ دارالصحت کے کسی بچہ کو تعلیم دلانے کے لئے جاری کر دیں اور جب تک اُسے اعلیٰ تعلیم حاصل نہ ہو جائے اُس وقت تک یہ وظیفہ جاری رکھیں۔

پھر مَیں نے نماز کا ترجمہ اور قرآن ناظرہ پڑھانے کے متعلق اپنی سکیم کا ذکر کیا ہے اور مَیں نے توجہ دلائی ہے کہ جنہوں نے اپنے آپ کو پڑھانے کے لئے پیش کیا ہے وہ ہمت اور استقلال سے پڑھائیں اور جنہوں نے پڑھنا ہے وہ بھی استقلال سے پڑھیں کیونکہ اِسی پر اُن کی روحانیت کا دارومدار ہے۔ اِسی طرح مَیں نے کہا ہے کہ جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ وہ نہیں پڑھ سکتے یا اپنی پڑھائی کے لئے وہ وقت نہیں نکال سکتے اُنہیں اپنی ضد چھوڑ دینی چاہئے اور

خدا تعالیٰ پر توکل کر کے اِس کام کو شروع کر دینا چاہئے۔ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ ان کا حافظہ کمزور ہے تو اپنی طرف سے وہ بہرحال کام شروع کر دیں خدا اُن کی مدد کرے گا اور اگر وہ سمجھتے ہیں کہ اُنہیں اور بہت سے دُنیوی کام ہیں اور اگر وہ اِس طرف توجہ کریں گے تو اُن کاموں کو نقصان پہنچے گا تو بھی انہیں چاہئے کہ وہ خدا پر توکل کریں اور اُس کی مدد پر بھروسہ رکھتے ہوئے یہ کام شروع کر دیں یہ ایک نیک کام ہے اِس میں کسی کو پیچھے نہیں رہنا چاہئے۔‘‘

(الفضل ۴؍مئی ۱۹۳۹ء)

۱؎ تذکرہ صفحہ ۳۵۹۔ ایڈیشن چہارم

۲؎ الفاتحہ:۱ ۳؎ الفاتحہ:۲ ۴؎ الفاتحہ:۵